سیّد صبور علی

جہادِ چیچنیا اور دستِ فطرت کے اشارات

آج جب دنیا اکیسویں صدی سے صرف چند گام کے فاصلے پر کھڑی ہے اور کرۂ ارض کے طول و عرض میں بسنے والی اقوام سر جوڑ کر اس نقطہ پر سوچ و بچار کر رہی ہیں کہ اس امر کو کیسے ممکن بنایا جائے کہ جب نئی صدی کا سورج طلوع ہو تو مہذب اقوام اس نقطۂ پر متفق ہو چکی ہوں کہ وہ اپنے جھگڑے جنگ کے ذریعے طے نہیں کریں گی بلکہ اس کے لیے وہ امن اور مذاکرات کا راستہ اختیار کریں گی، تو رشین فیڈریشن کی ننگی جارحیت کے خلاف عالم اسلام اور شمالی قفقاز کے بازوئے شمشیر زن چیچنیا نے ایک مرتبہ پھر انگڑائی لی ہے۔ کوہ قاف کے کوہستانی مسلمانوں اور سرخ ریچھ کے درمیان توپ و تفنگ کا کھیل ایک بار پھر شروع ہو چکا ہے اور دستِ فطرت کے یہ اشارات بالکل بدیہی حقیقت کی صورت میں سامنے آ چکے ہیں کہ جس طرح یورپ کے بالکل قلب سے بوسنیا کی آزادی کی صورت میں اسلام کی ضوفشانی کا عمل شروع ہونے والا ہے، بعینہٖ بحیرہ اسود سے لے کر بحیرہ خزر تک پھیلے ہوئے روسی مقبوضہ علاقوں میں بھی اسلام ایک زندہ اور فیصلہ کن قوت کی حیثیت سے سر اٹھا رہا ہے۔ جس کے اثرات مستقبل قریب میں نہ صرف اس پورے خطہ کی تقدیر بدل دینے میں اہم کردار ادا کریں گے بلکہ ان اثرات کی بدولت پوری دنیا میں بھی ایک بھونچال آ جانے کے امکانات پیدا ہو سکتے ہیں۔

بحیرہ اسود اور بحیرہ خزر کے پہاڑوں کے دامن میں واقع جمہوریہ چیچن شمالی قفقاز کی ان سات ریاستوں میں سے ایک اہم ریاست ہے جن پر روس نے انیسویں صدی میں قبضہ کر لیا تھا۔ روسی تسلط سے پہلے یہ ریاستیں متحدہ قفقاز کے نام سے جانی جاتی تھیں لیکن ۱۹۲۴ء میں اس خوف کے پیش نظر کہ متحدہ قفقاز پر قبضہ کو مستقلاً برقرار رکھنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے، روس نے اس خطہ کو سات ریاستوں میں تقسیم کر دیا۔ ان سات ریاستوں میں

۱۔ داغستان
۲۔ کیبارڈینو بلکاریہ
۳۔ کراشائی چیریکس
۴۔ شمالی اوسیشیا
۵۔ جنوبی اوسیشیا
۶۔ ابخازیا
۷۔ چیچن انگشتیا

شامل ہیں۔ واضح رہے کہ روسیوں نے ۱۹۹۲ء میں انگشتیا کو چیچن سے علیحدہ کر کے ایک مستقل جمہوریہ قرار دیا۔ جغرافیائی لحاظ سے جمہوریہ چیچن کا محل وقوع انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اس کے شمال مشرق میں داغستان، جنوب میں جارجیا، مغرب میں انگشتیا اور شمال میں رشین فیڈریشن واقع ہیں۔ ریاست میں شاہراؤں اور ریل کا اہم مواصلاتی نظام قائم ہے جس کا ایک طرف مختلف ریاستوں کے ذریعہ مشرقی یورپ سے رابطہ قائم ہے، جبکہ دوسری طرف یہ سلسلہ آذر بائی جان کے ذریعہ ایران، ترکی اور مشرقِ وسطی سے جا ملتا ہے۔

جمہوریہ چیچن کی تاریخ عزم و ہمت اور شجاعت کے لازوال کارناموں کی روشن دستاویز ہے۔ بندوق کو گلے سے لٹکائے، گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر بیٹھ کر جوانی کی دہلیز پر قدم رکھنے والی اس قوم کا ہر فرد آزادی اور خوداری کو اپنا جزو ایمان گردانتا ہے۔ اٹھارہویں صدی میں جب روس نے اپنے توسیع پسندانہ عزائم میں حقیقت کا رنگ بھرنے کے لیے اردگرد کے ہمسایہ ممالک کا لہو چاٹنا شروع کیا تو شمالی قفقاز کی یہ سرزمین اس کا ہدف اول ٹھہری۔ تب قفقاز کے مسلمانوں نے داغستان کے عظیم مجاہد امام شامل کی قیادت میں اس سرخ ریچھ کے سامنے ڈٹ جانے کا فیصلہ کرلیا۔ امام شامل سے جب ان کا مرکز داغستان چھن گیا تو انہوں نے چیچنیا کو اپنا نیا مرکز بنایا اور اس کوہستانی سرزمین میں روسی افواج کو اس بری طرح الجھایا کہ اس کے لاکھوں فوجی اور بیش بہا مالی وسائل اس چھاپہ مار جنگ کی نذر ہو گئے۔ ۱۸۳۹ء میں امام شامل کی افواج نے زار روس کی افواج کو مکمل طور پر شکست دے کر چیچنیا میں آزاد اور خود مختار حکومت کی بنیاد ڈالی جو ۲۰ سال تک قائم و دائم رہی۔ ۱۸۵۹ء میں روس نے ایک انبوہ کثیر کے ساتھ چیچنیا پر ایک مرتبہ پھر حملہ کیا اور بالاخر مذکورہ ریاست پر اپنا تسلط قائم کرلیا۔ چیچنیا کے غیور عوام نے روس کے اس تسلط کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور انہوں نے ایک نئے جوش اور ولولے کے ساتھ اپنی جدوجہد پھر شروع کر دی۔ یہ جدوجہد بیسویں صدی کی ابتدائی دو دہائیوں تک مختلف اتار چڑھاؤ کے ساتھ جاری رہی کہ بالاخر ۱۹۲۰ء میں روس نے چیچنیا پر مکمل تسلط جما لیا اور مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد کو ان کی اپنی قیادت سمیت موت کے گھاٹ اتار دیا۔

امام شامل، امام منصور اور زیلم خان کی اس سرزمین پر روس نے اپنا تسلط تو قائم کرلیا لیکن وہ اس سرزمین کے کوہستانی مسلمانوں کے دل و دماغ سے آزادی کا خواب نہیں کھرچ سکا اور چیچنیا کے مسلمانوں کے دلوں میں آزادی کی خواہش اور جذبہ بدستور موجزن رہا۔ یہ چیچنیا کے مسلمانوں کے رگ و پے میں سرایت کیے ہوئے جذبہ آزادی کا ہی اعجاز تھا کہ اس وقت جب زار شاہی قفقاز کے مسلمانوں کو کچلنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی تھی تو مشہور روسی شاعر الیگزنڈر پشکن نے اسے مشورہ دیا تھا کہ ''مسلمان قبائلیوں کو سماواروں میں بھری جائے اور مسیحی مشنریوں کے ذریعہ رام کرو''۔ اسی صاحب خرد شاعر نے ۱۸۵۹ء میں ایک مرتبہ پھر جب بالاخر امام شامل روسیوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے، اپنی

حکومت کو مشورہ دیتے ہوئے کہا کہ وہ مسلمان قبائل کو بندوق کے ذریعے رام کرنے کا خواب بھول جائے۔ اس نے کہا "ہمیں سب سے بڑا خطرہ اجنبی اور غیر لوگوں کے ساتھ ناقابل فہم معاندانہ رویے اختیار کرنے اور بلا سوچے سمجھے اپنے طور طریقے ان پر ٹھونسنے سے ہے"۔

قفقاز کے ان مسلمانوں میں آزادی کی جو چنگاری امام شامل، امام منصور اور زیلم خان نے لگائی تھی وہ بدستور فروزاں رہی اور بالاخر نومبر ۱۹۹۱ء میں جب سوویت یونین میں افغانستان پر بے جواز لشکر کشی کے اثرات ظاہر ہونا شروع ہو گئے تو جمہوریہ چیچن نے کمیونزم سے آزادی کا اعلان کر دیا۔ چیچنیا کے اعلان آزادی کے ساتھ ہی ماسکو پر گویا سکتہ طاری ہو گیا۔ ماسکو کے پہلو میں واقع یہ ریاست روس کے لیے فی الحقیقت زندگی اور موت کا سوال ہے۔ سونے کی یہ چڑیا جہاں جغرافیائی ہیت کے اعتبار سے روس کے لیے بڑی اہمیت کی حامل ہے وہیں اقتصادی اعتبار سے بھی اس کی اہمیت انتہائی حساس نوعیت کی ہے۔ قدرت نے اس ریاست کو بے انتہا معدنی دولت سے نوازا ہے۔ حکومت روس اپنی تیل کی ضروریات کا اسی فیصد حصہ اسی ریاست سے پورا کرتا ہے۔ مزید برآں روس کی تقریباً تمام آئیل ریفائنریز یہیں پر واقع ہیں۔ اس لحاظ سے روس کی اقتصادی قوت چیچنیا کی مٹھی میں قید ہے۔ یہ انہی "مجبوریوں" کا تقاضا تھا کہ روس نے چیچنیا کے اعلانِ آزادی کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور صدر بورس یلسن نے ریاست میں ہنگامی حالت کے نفاذ کے بعد صدر جعفر دودائیف کو حکم دیا کہ وہ فوراً اپنے فیصلے پر نظر ثانی کریں، بصورت دیگر سنگین نتائج کا سامنا کرنے کے لیے تیار ہو جائیں۔ لیکن جب جعفر دودائیف کی جوابی حکمت عملی کے سامنے اِس کی ایک نہ چلی تو روسیوں نے اپنی اِس پالیسی میں کچھ تبدیلیاں پیدا کیں اور براہ راست مداخلت سے پہلے اندرونی سرزمین ہموار کرنے کے لیے کچھ چیچن مہروں کے ہی انتخاب کی حکمت عملی پر سوچ و بچار شروع کر دیا۔ اس ضمن میں اُنہیں جلد ہی عمر اختر خانوف، ارسلان لابازانوف اور روسی پارلیمنٹ کے سابق سپیکر ارسلان خسبلاتوف کی عملی مدد حاصل ہو گئی۔ ان عناصر نے روس کی بھاری امداد کے عوض اپنی ہی حکومت کے خلاف اپنی علیحدہ میلیشیا قائم کر کے باقاعدہ جنگ شروع کر دی اور کئی ایک علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ لیکن اس کے باوجود جب روس کی ان عناصر سے لگائی گئی توقعات پوری نہیں ہو سکیں تو اس نے بالاخر ۱۱ دسمبر ۱۹۹۴ء کو چیچنیا پر عام حملہ کر دیا جس کی توجیہہ بیان کرتے ہوئے روسی صدر یلسن نے اعلان کیا کہ چیچنیا رشین فیڈرین کا حصہ ہے اور رہے گی، خواہ اس کے لیے ہمیں کیسا ہی قدم کیوں نہ اٹھانا پڑے۔

روس اور چیچن سازشی ٹولے کی اُمیدوں اور توقعات کے علی الرغم چیچن عوام روس کے لیے لوہے کا چنا ثابت ہو رہے ہیں۔ بین الاقوامی طاقتوں خصوصاً امریکہ اور برطانیہ جنہوں نے لڑائی شروع ہونے کے فوراً بعد ہی چیچنیا کو رشین فیڈریشن کا اٹوٹ انگ قرار دیا تھا، کی امیدوں پر اوس پڑتی جا رہی ہے۔ نہ جانے ان سطور کی اشاعت تک چیچنیا کی جنگ کا اونٹ کس کروٹ بیٹھ چکا ہو گا لیکن اب تک کی

اطلاعات سے جو صورت حال سامنے آئی ہے اس سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ چیچنیا کے غیور مسلمان آخری دم تک روس کا مقابلہ کریں گے اور اگر خدانخواستہ روس دارالحکومت گروزنی پر دوبارہ تسلط جمانے میں کامیاب ہو بھی گیا تو اسے یقیناً ایک مرتبہ پھر ایسے ہی جہاد کا سامنا کرنا پڑے گا جس سے اسے افغانستان میں دوچار ہونا پڑا تھا۔

جہادِ چیچنیا کے عمیق مطالعہ کے بعد جو صورتِ حال سامنے آتی ہے اس میں جہاں مسلمانوں کے لیے مایوسی کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ نظر آتا ہے وہیں پر پہلی مرتبہ امید اور رجائیت کا ایک انتہائی روشن پہلو بھی سامنے آتا ہے۔ جس کا مسلمان رواں پوری صدی کے دوران بڑی بیتابی سے انتظار کرتے رہے ہیں۔ اس مضمون کا بقیہ حصہ یاسیت اور رجائیت کے انہی دو پہلوؤں کے گرد گھومے گا۔

چیچنیا کو اپنے اعلان آزادی کے فوراً بعد اس حقیقت کا بخوبی احساس ہو گیا تھا کہ بین الاقوامی حالات اس کے لیے سازگار نہیں ہیں۔ مغربی دنیا تو یہ بات کبھی بھی گوارہ نہیں کر سکتی تھی کہ رشین فیڈریشن کے اندر سے ایک ایسی ریاست سر ابھارے جس کا تشخص اسلام ہو اور جو جہاد کو اپنی سرکاری پالیسی قرار دے۔ یہ اسی پالیسی کا ہی نتیجہ تھا کہ مغربی دنیا میں سے کسی نے بھی چیچنیا کی آزاد حیثیت کو تسلیم نہیں کیا بلکہ الٹا علیحدگی کے اس رجحان کی مخالفت کرنا شروع کر دی، اور چیچنیا پر یہ واضح کر دیا کہ وہ آزادی کے خواب بھول جائے، کیونکہ وہ عیسائی بالٹک ریاست نہیں ہے۔ مغربی ممالک خصوصاً امریکہ اور برطانیہ اس وقت بھی عملاً یہ کہہ کر روسی جارحیت کی حمایت کر رہے ہیں کہ چیچنیا رشین فیڈریشن کا حصہ ہے، لیکن روس کو زیادہ خون خرابے کے بغیر اس مسئلہ کو حل کر لینا چاہیے۔

مغربی ممالک کی دیکھا دیکھی اسلامی ممالک خصوصاً وسطی ایشیا کی ہمسایہ اسلامی ریاستوں نے بھی چیچنیا کی آزاد حیثیت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اس وقت تک کرۂ ارض پر موجود ۵۲ اسلامی ریاستوں میں سے کسی ایک کو بھی یہ توفیق حاصل نہیں ہو سکی ہے کہ وہ چیچنیا کی آزاد حیثیت کو تسلیم کر لے۔ جبکہ دوسری طرف یہی ریاستیں سامراجی طاقتوں کے لیے ایک اشارہ ابرو پر جان نچھاور کرتے ہوئے روسی تسلط سے آزاد ہونے والی تمام عیسائی ریاستوں کو تسلیم کر چکی ہیں۔ اس انتہائی سنگدلانہ روش پر تبصرہ کرتے ہوئے جب ایک اخباری نمائندے نے چیچنیا کے صدر جعفر دودائیف سے سوال کیا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ چیچنیا ایک شاندار ماضی اور تاریخ کا حامل اسلامی ملک ہے لیکن اس کے باوجود ابھی تک کسی بھی اسلامی ملک نے اسے تسلیم نہیں کیا ہے؟ تو صدر کا جواب تھا:

> "مسلمان ممالک کو نذر بایوف، رحمان نبی اوف اور شیورناڈزے مبارک ہوں جن کی آزادی کو انہوں نے تسلیم کر رکھا ہے۔ ہمیں خوشی ہے کہ ہم اپنے آباؤ اجداد کی تمناؤں پر پورے اترے ہیں۔ ہم نے غاصب روسیوں سے آزادی چھین لی ہے۔ اب ہماری آزادی ایک قطعی حقیقت ہے، اس سے واپسی ناممکن ہے۔ کوئی ہمیں تسلیم کرے یا نہ

کرے۔..... ہمیں اس کی پرواہ نہیں۔ کیونکہ ہمارا عقیدہ اور ایمان ہے کہ فتح اور نصرت اللہ کی جانب سے ہے۔ ہم نے اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا ہے۔ وہی بہترین دوست اور مدد گار ہے۔.....

یہ حقیقت کچھ کم اذیت کا باعث نہیں ہے کہ جب ۱۱ دسمبر کو روس نے چیچنیا پر حملہ کیا تو اس وقت کاسا بلانکا میں اسلامی ممالک کی سر براہی کانفرنس ہو رہی تھی۔ لیکن یہ سربراہ سامراجی طاقتوں کے ڈر اور خوف کے پیش نظر چیچنیا کے مسلمانوں کے حق میں دو ٹوک اور یکساں موقف اختیار نہ کر سکے۔ مزید برآں او آئی سی نے چیچنیا کو مبصر کا درجہ دینے سے بھی انکار کر دیا۔

چیچنیا کے اعلان آزادی کے ساتھ ہی امید اور رجائیت کا جو سب سے روشن پہلو سامنے آیا ہے وہ یہ ہے کہ کمیونزم کا ستر سالہ نظام باقی ریاستوں کی طرح قفقاز اور یورپی روس کے مسلمانوں کے دلوں سے بھی دین اسلام کو محو نہیں کر سکا ہے۔ چیچنیا کے اعلان آزادی کے ساتھ ہی قفقاز کی باقی مسلمان ریاستوں میں بھی حالات دن بدن رشین فیڈریشن کے لیے ناموافق ہوتے جا رہے ہیں۔ اس کی ایک ہلکی سی نشاندہی کے لیے یہی خبر کافی ہو گی کہ جب روس نے چیچنیا پر حملہ شروع کیا تو داغستان اور انگیشتیہ کے مسلمانوں نے اس پر شدید احتجاج کیا جس پر درجن بھر افراد کو گولیوں سے بھون دیا گیا۔ روس نے چیچنیا پر جو آگ برسائی ہے، اس سے ہمسایہ مسلمان ریاستیں قطعاً الگ تھلگ نہیں رہ سکتی تھیں، نتیجتاً قفقاز کی بقیہ اسلامی ریاستوں کے رضاکار بھی جوق در جوق چیچن باشندوں کے ساتھ مل کر جہاد میں عملی حصہ لے رہے ہیں۔ چیچنیا کے جہاد کے باقی ریاستوں پر کیا اثرات مرتب ہو سکتے ہیں؟ اس کا اندازہ روسی صدر یلسن کے اس ابتدائی بیان سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ "چیچنیا میں فوجی مداخلت ناممکن ہے۔ اگر ہم نے اس ریاست پر حملہ کیا تو پورا خطہ قفقاز ہمارے خلاف اٹھ کھڑا ہو گا۔ اور اتنی خونریزی ہو گی جس کے لیے کوئی بھی ہمیں معاف نہیں کر سکے گا"۔ اسی خطرے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ایک روسی جنرل الیگزنڈر نے اٹلی کے ریڈیو کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا ہے کہ "روس نے چیچن بحران کے حل کے لیے انتہائی مجرمانہ اور احمقانہ طریقہ اختیار کیا ہے۔ اس سے یہ جنگ پورے قفقاز میں پھیل جائے گی"۔ الیگزنڈر نے مزید کہا "ہم چیچنیا میں وہی غلطی دہرا رہے ہیں جو ہم سے پندرہ سال قبل افغانستان میں سرزد ہوئی تھی جس کے نتیجہ میں کریملن میں کمیونسٹ نہیں بلکہ سابق کمیونسٹ حکومت کر رہے ہیں"۔

یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ اگر روس نے چیچن شہروں پر قبضہ کر لیا تو عملاً اس کی مشکلات حل نہیں ہو جائیں گی بلکہ اسے ایک نئی طرز کی جنگ کا سامنا کرنا پڑے گا جو جاری جنگ سے چنداں کم سنگین نہیں ہو گی۔ اس صورت میں یہ چھاپہ مار جنگ جس کی حکمت عملی چیچنیوں نے ابھی سے طے کرنا شروع کر دی ہے، اسی جہاد کا ایک باب ہو گی جس کا سامنا روس کو امام شامل، امام منصور اور حاجی

ازون کی قیادت میں کیے گئے جہاد سے کرنا پڑا تھا۔ مزید براں روس کے وہ زخم بھی مکمل طور پر ہرے ہو جائیں گے جو جہادِ افغانستان کی بدولت ابھی تک رس رہے ہیں۔ اس ضمن میں روس نے اگر ابھی سے اپنی غلطی کا احساس نہ کرلیا تو اس جہاد کے اثرات بڑی تیزی سے وسط ایشیائی ریاستوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے سکتے ہیں جس کے نتیجے میں ان ممالک کے مسلم عوام ایک ایسی سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند سامنے آسکتے ہیں۔ جس سے ٹکرا کر نہ صرف روس کے وجود کے ہی مٹ جانے کا خطرہ پیدا ہوسکتا ہے بلکہ جہاد اور اسلامی اخوّت کے ملّی جذبات ایشیا کے اس خطہ کے ممالک کو بھی اپنی لپیٹ میں لے سکتے ہیں جہاں ایک زمانے سے اسلامی بلاک کے لیے عوام دیدہ و دل فرشِ راہ کیے ہوئے ہیں۔

جہاد چیچنیا کی کامیابی کی صورت میں توقع ہے کہ اِس کے ہیرو جناب جعفر دودائیف، عالمِ اسلام میں پائے جانے والے قیادت کے دیرینہ بحران کے خاتمہ کا بھی سبب بن سکیں گے۔ صدر جعفر دودائیف جواں سال اور باہمت مسلم راہنما کی حیثیت سے سامنے آئے ہیں۔ انھوں نے اپنی عملی زندگی کا آغاز سوویت فوج میں شمولیت سے کیا۔ وہ اعلیٰ عسکری تربیتی اداروں کے گریجویٹ ہیں۔ دورانِ ملازمت انھوں نے اپنے اعلیٰ کارناموں کی بدولت فوج میں بہت نام کمایا۔ انہی اعلیٰ خدمات کے عوض انھیں سائبیریا، یوکرین اور ایسٹونیا میں اعلیٰ خدمات تفویض کی گئیں۔ فوج میں ان کی آخری ذمہ داری فضائی سروس کے مشترکہ کمانڈر کی تھی۔ گلاسٹ ناسٹ کے عہد عروج میں انھیں چیچن پیپلز متحدہ کانگرس کا صدر منتخب کیا گیا۔ مئی ۱۹۹۱ء میں انھوں نے چیچن عوام کی تحریک میں زیادہ موثر کردار ادا کرنے کے لیے ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔ یکم نومبر ۱۹۹۱ء کو انتخابات میں کامیابی کے بعد جس میں صدر جعفر نے آزادی، جمہوریت اور روسی آمریت کے خاتمہ کے نعرے کی بنیاد پر حصہ لیا تھا، چیچن کی آزادی کا اعلان کر دیا۔

صدر منتخب ہونے کے بعد کریملن کی دھمکیوں کی پرواہ کیے بغیر وہ آزادی اور استقلال کی راہ پر بدستور گامزن رہے، جس کی بدولت اُنہیں خطہ قفقاز میں محبوب ترین شخصیت کا مرتبہ حاصل ہوا۔ اسی نقطہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دی اکانومسٹ نے اپنی ایک اشاعت میں لکھا۔

"صدر دودائیف بجا طور پر عام چیچن آبادی میں مقبولیت کی ایک غیر معمولی اور پائیدار بلندی پر فائز ہیں۔ چیچنیا کے لوگ ابھی تک قدیم روسی دشمنوں کے سامنے ڈٹ جانے کی وجہ سے ان کی تمام خوبیوں اور خامیوں سمیت ان کی پرستش کرتے ہیں"۔

صدر جعفر دودائیف نے اپنے انتخاب کے بعد بڑی جرات اور بہادری کے ساتھ روسی دھمکیوں اور سازشوں کا مقابلہ کیا ہے۔ ان کی شخصیت میں جہاں امام شامل، امام منصور اور ازون حاجی جیسی شجاعت، بہادری، بیباکی اور متانت نظر آتی ہے وہیں پر وہ عصر حاضر کے جدید ترین علوم سے بھی مکمل طور پر بہرہ ور ہیں۔ سوویت فوج میں شمولیت کے دوران انھوں نے جو اعلیٰ خدمات سرانجام دیں وہ ان کی پیشہ

ورانہ مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ لیکن پیشہ ورانہ مہارت کے ساتھ ساتھ جو خوبی انہیں خصوصیت سے ممتاز و منفرد کرتی ہے وہ ان کی اسلام کے ساتھ بڑھتی ہوئی وابستگی اور عشق ہے۔ اپنے انتخاب کے فوراً بعد انہوں نے اپنے ارکان سے قرآن پر حلف لیا جس سے اُن کی اسلام سے گہری وابستگی کا عام اظہار ہوتا ہے۔ اسی طرح جہاد کو قومی پالیسی قرار دینا بھی ان کی اسلام دوستی کا عملی ثبوت ہے۔ مزید براں عظیم چیچن رہنما امام منصور کو اپنا آئیڈیل شخصیت قرار دے کر ان کی تصویر کو اپنے دفتر کی مستقل زینت بنا دینا بھی ان کے انہی عزائم کا آئینہ دار ہے۔ وہ قفقاز کے مسلمانوں کو متحد و یکجان کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ اس ضمن میں وہ قفقازی مسلمانوں کے ایک وفاق کو آخری شکل دینے کی کوششوں میں مصروف تھے کہ روس نے چیچنیا پر عام حملہ کر کے اس عمل کو روک دیا۔ وہ آذربائی جان اور تاجکستان کے مسائل پر بھی اپنی تشویش کا اظہار کر چکے ہیں اور ان مسائل کے حل کے لیے انہوں نے جنگ سے پہلے کچھ اقدام بھی اٹھائے تھے۔ ابخازیہ کے جہاد کے دوران چیچنیا کی جانب سے ابخازی مسلمانوں کی عملی مدد بھی جعفر دودائیف کی قیادت کا ہی اعجاز ہے۔ اس پس منظر میں یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ دست فطرت نے قفقاز اور وسط ایشیا کی تقدیر بدلنے کے لیے راہ ہموار کرنا شروع کر دی ہے اور اگر صدر جعفر دودائیف اسی عزم، استقلال اور بہادری کے ساتھ اپنے سفر کو جاری رکھے رہے تو امید واثق ہے کہ اس خطہ کی تقدیر جب ایک نیا پلٹا کھائے گی اور اسلام ایک فیصلہ کن قوت کی حیثیت سے سامنے آئے گا تو اس عظیم موقع پر نہ صرف اس خطہ میں بلکہ پورے عالم اسلام میں جعفر دودائیف کو ایک عظیم مسلم رہنما کی حیثیت سے یاد کیا جائے گا۔ انشاءاللہ